سفر

ایس ۔ اے ۔ رحمان

سفر

مرکزی مجلس ترقی اردو
۳۶ ۔ جی گلبرگ ، لاہور

بار اول ۱۹۶۴ء

ناشر : مجید ملک
ڈائرکٹر مرکزی مجلس ترقی اردو ، لاہور
طابع : رشید احمد چودھری
مکتبہ جدید پریس ، لاہور
زیبائش : مصوّرِ مشرق ، عبدالرحمان چغتائی

تہدیہ

تحریکِ پاکستان کے

اُن گمنام رضاکاروں کے نام

جن کے ذکر سے

تاریخِ آزادی کے اوراق خالی ہیں

ترتیب

سرِ آغاز

اس مجموعہ میں ایک طویل نظم "سفر" اور چند مختصر نظمیں شامل ہیں۔ زمانِ تصنیف کے لحاظ سے مختصر نظموں کو اولیت حاصل ہے لیکن نفسِ مضمون کے اعتبار سے انہیں "سفر" کا تکملہ سمجھنا چاہئے۔ اسی لیے انہیں سفر کے بعد جگہ دی گئی ہے۔

"سفر" کا مرکزی خیال ایک مدت سے میرے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ میری خواہش تھی کہ اس نظم کے ذریعے تخلیقِ پاکستان کا تاریخی پس منظر اجاگر کروں ــ اگرچہ فرصت کم یاب تھی، تاہم وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ لکھتا رہا۔ تا آنکہ ۱۹ جون ۱۹۶۲ء کو نظم تکمیلی مرحلے تک آ پہنچی۔ کچھ اضافے بعد میں بھی ہوئے۔ الحمدُ للہ کہ اس مجموعے کی اشاعت سے ایک خوشگوار ذمہ‌داری کے بار سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔

اس شعری داستان کا موضوع مشرقی پنجاب کے ایک بوڑھے مہاجر کا جسمانی، ذہنی اور روحانی سفر ہے۔ وہ اپنے آبائی گاؤں کو اس وقت چھوڑتا ہے جب کہ حب الوطنی اور مذہب کے نام پر گاؤں تباہ کیا جا چکا ہے اور اس کے باشندے تعصب اور تنگ نظری کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ وہ سخت جان بڈھا، یکہ و تنہا، پاکستان کا رخ کرتا ہے۔ راستے میں تھکن سے چور ہو کر ایک درخت کے تنے سے لگ کر، وہ سو جاتا ہے ــ اس کی اپنی یادیں، مسلمان قوم کے اجتماعی شعور سے، اس کے دماغ میں، نیند کی چھاؤں میں، گڈمڈ ہو جاتی ہیں اور منفصل تاریخی مناظر کا روپ دھار لیتی ہیں ــ ہندوستان میں آریاؤں کے ورُود سے لے کر، انگریزی عملداری کے اختتام تک کے چیدہ چیدہ واقعات، خواب کے طلسمی عمل سے، علامتی ہئیت اختیار کرکے، اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتے ہیں۔ خواب تحریکِ پاکستان کے نعروں کے ساتھ ختم ہوتا ہے اور مسافر بیدار ہو کر، ایک نئے عزم کے ساتھ، دوبارہ اپنی راہ لیتا ہے۔ اثناء راہ ایک سکھ عورت، اپنی مقتول

مسلمان سہیلی کا بچہ اس کے حوالے کرتی ہے - یہ واقعہ گویا پاکستان کے تخلیق کی تمثیل ہے - بالآخر بوڑھا مسافر، بچے کو لے کر، پاکستان کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے اور اُفق پر چاند ستارے کا نشان دیکھ کر سجدۂ شکر بجا لاتا ہے - یہی "سفر" کی آخری منزل ہے -

"سفر" کا مسودہ کئی دوستوں کی نظر سے گذرا اور بعض احباب کو خاص طور پر تکلیفِ سماعت دی گئی - مجھے ان سے نہایت مفید مشورے حاصل ہوئے، جن کے لیے میں سراپا سپاس ہوں، کرم فرماؤں کی اس فہرست میں جناب سید امتیاز علی تاج، جناب فیض احمد فیض، جناب فضل احمد کریم فضلی، جناب حنیف رامے اور جناب کرنل مجید ملک شامل ہیں - فضلی صاحب نے خصوصاً اس نظم میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور میں ان کی پیہم نوازشات کے لیے بے حد ممنون ہوں - تاہم یہ صراحت غیر ضروری نہ ہوگی کہ اگر نظم میں کوئی خامیاں پائی جائیں تو ان کی ذمہ‌داری، بلا شرکتِ غیرے، مجھ پر عاید ہوتی ہے -

میرے محترم دوست اور شہریارِ مصوری، جناب عبدالرحمٰن چغتائی کے چند شاہکار اس مجموعہ کی زینت ہیں - شاہجہان والی تصویر کے سوا، باقی سب تصویریں انہوں نے ازرہِ دوست نوازی خاص طور پر اس کتاب کے لیے تیار کی ہیں - چغتائی صاحب کا مو قلم، تعریف و توصیف سے مستغنی ہے - ان نادر مرقعوں کی شمولیت نے کتاب کو ایک فنی حسن پارہ کا مقام عطا کر دیا ہے - اس عنایت کے لیے میں چغتائی صاحب کا کما حقہ، شکریہ ادا نہیں کر سکتا - ع

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

۶۵ — گلبرگ
لاہور

ایس - اے - رحمٰن

سفر

نـــدائے غیب

فنا کی بستی ہے باغِ ہستی ، نہ گُل رہیگا نہ خار ہوگا
نـــہ فرشِ خاکی رہے گا باقی ، نـــہ آسماں کا غبار ہوگا

گذشتنی ہے بہــارِ دنیـــا ، شکستنی ہے خمارِ دنیا
ہؤا جو پیــدا جہانِ امکاں میں ، وہ قضا کا شکار ہوگا

اٹھائے پھرتا ہے ابنِ آدم، ضعیف کندھوں پہ اک امانت
قـــدم قـــدم کا حساب ہوگا ، نفس نفس کا شمار ہوگا

کبھی کمی مال و زر کی ہوگی ، کبھی طلب نذرِ جان و تن کی
اس آزمائش کے مرحلوں سے خـــدا کا بندہ ہی پار ہوگا

جسے فرشتوں کی سجدہ ریزی نے دے دیا علم کا تقدس
وہی ظلوم و جہول بن کر زمیں پہ کم اعتبار ہوگا

نہادِ خاکی کی لغزشوں میں خود آگہی کی ہے رمز پنہاں
جہــانِ مجبور سے ابھر کر یہ زنـــدگی کا عیار ہوگا !

آغازِ سفر

منظر : اگست ۱۹۴۷ء
مشرقی پنجاب کا ایک گاؤں
شام ڈھلے

☆ ☆ ☆

نہ دیکھا کسی نے ، نہ جانا کسی نے
رکھی شرم اس کی ، اندھیری گلی نے

ستارے چھپے تھے ، گھنے بادلوں میں
نہ تھی روشنی کوئی سونے گھروں میں

نہ ، آواز کوئی ، نہ کوئی صدا تھی
بس اک چیختی خامشی کی فضا تھی

یہ بستی بھی بستی تھی کچھ دیر پہلے
مگر اب خرابہ ، کہ دل جس سے دہلے

کہیں تھیں نہتّے جوانوں کی لاشیں
کہیں کمسنوں ، ناتوانوں کی لاشیں


جو خوش بخت تھیں بیٹیاں ، کٹ چکی تھیں
کہ باقی ''شریفوں'' میں سب بٹ چکی تھیں

ق جو آئے تھے تیغیں تفنگیں اٹھائے
وطن کے ھی باسی ، مگر سب پرائے !

انہوں نے غلامی سے پا کر رھائی
نئی سلطنت کی خوشی یوں منائی

کہ چھوڑا نہ بستی میں کوئی بھی جیتا
بچا تو یہی ایک بے کار بوڑھا

جو حیرانیاں دے کے دیوار و در کو
لیے ساتھ ویران قلب و جگر کو



مسافر عصا ٹیکتا جا رہا تھا
خدا جانے کیا دیکھتا جا رہا تھا

کبھی تھیں نہتّے جوانوں کی لاشیں

وطن کے ہی باسی ، مگر سب پرائے !

انہوں نے غلامی سے پا کر رہائی

نئی سلطنت کی خوشی یوں منائی

کہ چھوڑا نہ بستی میں کوئی بھی



چلا یوں نکل کر سوادِ وطن سے
جدا جس طرح روح ہوتی ہے تن سے
وہ اک ڈھیر کے پاس کچھ دیر اٹکا
مگر چل دیا دے کے گردن کو جھٹکا

جہاں اب فقط راکھ تھی اور دھواں تھا
وہیں اس جگر سوختہ کا مکاں تھا

ق مکاں جو تھا علمی کتابوں کا مخزن
وہی بن گیا تھا امیدوں کا مدفن

ٹپکنے لگے اشک چشم فلک سے
فضا تھرتھرائی فغانِ ملک سے

☆

مسافر عصا ٹیکتا جا رہا تھا
خدا جانے کیا دیکھتا جا رہا تھا

آٹھاتا تھا وہ آنکھ دائیں نہ بائیں
افق پر برابر جمی تھی نگاہیں

تصور میں تھی کالے کوسوں کی منزل
مگر دل کے بدلے تھی سینے میں اک سِل

اسی سر زمیں میں تھے یادوں کے پاؤں
جہاں زندگی کی رہی دھوپ چھاؤں

تھی غم کی یہ شدت کہ آنکھیں تھیں بے نم
اگرچہ تھا باراں سے جل تھل کا عالم

شرابور کپڑے تھے ، پاؤں تھے بوجھل
حدیں راستہ کی تھیں آنکھوں سے اوجھل

یکایک پھسل کر گرا وہ زمیں پر
تھی پگڑی کہیں پر عصا تھا کہیں پر

پڑا آب و گِل میں تھا درمانـــده راهی
کسی جنگ میں جیسے کوئی سپاهی

ق جسے جان کر مُرده سب نے هو چهوڑا
مگر موت نے بهی هو منه جس سے موڑا!

رها چند لمحے وه بے حِسّ و حرکت
کوئی بُت پرانا تها کیچڑ میں لت پت

مگر زندگی نے لیا پهر سنبهالا
هلے هاته پاؤں، اُٹها گرنے والا

اُٹها هانپتا کانپتا، مٹی جهاڑی
جو چهرے په ته جم گئی تهی، اکهاڑی

چلا پهر وه اک پیڑ تک لڑکهڑاتا
تهپیڑے سے جهکڑ کے هچکولے کهاتا

بہت تھک گیا تھا مصیبت کا مارا
غنیمت تھا موڈے تنے کا سہارا

اماں مل گئی سبز چھتری کے نیچے
ہؤا سر بزانو کہ کچھ وقت بیتے

ہوئی بند برکھا، چھٹے کالے بادل
نظر آیا تاروں بھرا شب کا آنچل

قمر نے پھر اک ابر پارے سے جھانکا
جھروکے سے کوئی نکل آیا بانکا

مسافر کو زینت فلک کی نہ بھائی
دکھے دل کی فریاد یوں لب پہ آئی

مسافر کی فریاد

افتادگانِ خاک سہاروں کو کیا کریں
فطرت کے تابناک اشاروں کو کیا کریں

چھینی گئی ہو جن سے دل و جاں کی روشنی
وہ آسماں کے چاند ستاروں کو کیا کریں

جن کے سفینے ہو چکے نذرِ نہنگِ موج
قوت کے پاسدار کناروں کو کیا کریں

دل کا چراغ بادِ بہاری سے بجھ گیا
ایسی خزاں گزیدہ بہاروں کو کیا کریں

بے موت جب کہ مر چکی ہے زندگی کی لَو
ہم حسرتوں کے سونے مزاروں کو کیا کریں

اب کیا رہا کہ جس کے لیے غم عزیز ہو
منزل کو کھو کے راہ گزاروں کو کیا کریں

☆

نوائے مسافر میں تلخی بھری تھی
ہوئی ختم فریاد، ہلکا ہؤا جی

اگرچہ تھا گہرا بہت دل کا گھاؤ
مگر کم ہؤا جسم و جاں کا تناؤ

تھا اظہارِ دردِ دروں میں وہ جادُو
نکل آیا تیرِ خلش بن کے آنسُو

مسافر کی آنکھوں سے جھڑتے تھے موتی
بھڑکتی تھی جیون کے دیپک کی جوتی

کھڑی نیند رانی تھی، اوجِ سما پر
چلی آئی تختِ روانِ صبا پر

تھی نیت کہ ان موتیوں کو وہ چن لے
پرو کر انہیں جال سپنوں کے بن لے

مسافر کو اس نے جھلایا وہ جھُولا
غریب الوطن سارے دُکھ درد بھُولا

جو بازو کو تکیہ بنا کر وہ لیٹا
تھا خوابوں کی دنیا میں قسمت کا ہیٹا !

مسافر کا خواب

شمال مغرب کی سرحدوں پر سحاب آسا غبار اٹھا
جو گرد بیٹھی تو تنگ گھاٹی کے مُکھ سے اک رتھ سوار اٹھا
ہے نکھری نکھری سی گوری رنگت، خمار آنکھوں میں سوم رس کا
چتر کیے سر پہ دیو بانی ، نشان ماتھے پہ ہے کلس کا
دھنک سے یوں اگنی بان نکلے، جھلس گئیں بن میں پھول کلیاں
لہو سے کالوں کے لال ساری ہوئیں مہنجودڑو کی گلیاں
ہے شور برپا ، وہ راکشس گر گیا، وہ دیکھو ملیچھ بھاگے
ہو جے مہاراج ! جے مہاراج ! ہند کے آج بھاگ جاگے !

☆

سومبر میں دل ملا دئے ٹوٹی کمان نے
سیتا کو رام کر لیا سندر جوان نے

تریا چرتر سے انھیں بن باس مل گیا
راون کے مان نے انھیں پھر کر دیا جدا

لنکا کو آگ لگ گئی پاپی کے پاپ سے
جاں کھوئی اس نے ، دشمنی کی اپنے آپ سے

سیتا کو رام لے کے پھر آئے اجودھیا
ہر گھر میں دیپ مالا ہے ہر گھر میں رتجگا

☆

جوئے کی نذر ہو گئی دیوی بھی تخت بھی
جاگا ہے فتنہ جنگ کا ، سویا ہے بخت بھی

کورو سے پانڈو گُتھ گئے ، گھمسان کا ہے رَن
گیتا کے شبد اک طرف ، اِک سمت مکر و فن
کورو تمام کٹ مرے بھارت کی جنگ میں
ابھرا اک اور روپ کہانی کے رنگ میں
منزل بڑی کٹھن ملی ، جتنوں سے طے ہوئی
شاہی چتر کے سائے میں پانڈو کی جے ہوئی

☆

گوتم دکھوں کی دنیا سے منہ موڑ کر چلا
اہل و عیال ، راج محل چھوڑ کر چلا
برسوں پھرا کہ مایا سے مُکتی ملے کہیں
لیکن تھا دُور آسماں اور سخت تھی زمیں
گوتم کو گیان دھیان سے نروان مل گیا
بھگتوں نے بعد میں کہا " بھگوان مل گیا "

☆

مارے گئے سپاہی ، راجہ نے جنگ جیتی
بھائی نہ اس کو جو کچھ انسانیت پہ بیتی

کچھ اس طرح سے سوئے شہرِ عدم کے راہی
خود اپنے نکتہ چیں تھے قلب و نگاہِ شاہی

خون ریزیوں کو تج کر بھکشو بنا اشو کا
کتبوں پہ نقش کر دی گوتم کی اس نے سکھشا

•

☆

انصاف کا ترازو بکرم اجیت لایا
فریادیوں کی سُن کر راجہ نے نام پایا

خدمت سے ھاتھ آئی اس کے بقا کی دولت
جاری ہؤا زمانے میں یوں ایک اور سمت !

☆

یونانی پرچم لہرایا
ہندی جھنڈا نیچے آیا

" پورس! تم خود ہی بتلاؤ
کیسا ہو تم سے برتاؤ ؟ "

" راجن ایسا جیسے راجے
کو راجے سے کرنا ساجے "

"پورس! لو ترواری بھی تم
رکھو راجا چاری بھی تم "

☆

اک برہمن نے آ کر لاٹھی کو یوں گھمایا
بُدھ مت رہا وطن میں باقی نہ اُس کا سایا

استھان بن رہے ہیں بھارت سے دُور ہٹ کر
پھولی پھلی ہے ڈالی اپنے تنے سے کٹ کر

☆

نہ دیر گذری کہ ایک میلا کچیلا کالا کلوٹا آیا
بدن پہ کچھ چیتھڑوں نے ننگے کو اور ننگا تھا کر دکھایا
پکارتا تھا " پرے رہو مجھ سے وِدّیا وان دیوتاؤ!
کسی پہ سایہ پڑے نہ میرا، مجھے مہا پاپ سے بچاؤ!"

اُسی سمے میگھ دوت آیا لیے ہوئے ساتھ اپنا درپن
جو اس میں دیکھا، نظر پڑا ڈولتا ہؤا راج کا سنگھاسن

☆

میدان میں نقّارہ گونجا
ایک بگُولا اٹھا لپکا

آنکھوں میں ہنگامے ابھرے
شملے اور عمّامے ابھرے

دوڑے ایسے سر پٹ گھوڑے
گویا تیر قضا نے چھوڑے

بھالے اور شمشیریں چمکیں
ہاتھوں میں زنجیریں چھنکیں

نعرے گونجے ، اللہ اکبر
سہمے بُت مندر کے اندر

شِو کے سیوک سیس نوائے
جھولی بھر بھر سونا لائے

لوٹ لے کر مَن کے ٹکڑے
بت شکنوں نے بت کب بیچے؟

بجلی چمکی ، بادل گرجا
دھرتی نے پھر پلٹی کایا

☆

صدا بلند ہو رہی ہے ایبکوں کی* لاٹھ سے
اَمر نہ ہو سکا کوئی شہنشہی کے ٹھاٹھ سے
اُجڑ اُجڑ کے یہ بسی، بگڑ بگڑ کے یہ بنی
عجب ہے بستیوں میں یہ** سدا پرانی اور نئی !

☆

استادہ مست ھاتھیوں کا اک طرف حصار
قائم ہیں جن کے سلسلے مانندِ کوھسار
اک سمت دھاڑتی ہوئی توپوں کا شور ہے
دن دن دنا دنا دنا ، گولوں کا زور ہے

* قطب مینار ** یعنی دلی

شعلے دہانِ توپ سے نکلے جو کوند کر
ہاتھی فرار ہو گئے اپنوں کو روند کر

سونڈیں اٹھا کے چیختے چنگھاڑتے گئے
پشتوں سے بوجھ راستے میں جھاڑتے گئے

کوئی پکارا "ختم ہؤا لودھیوں کا راج
مغلوں کے سر پہ آج ہے فتح و ظفر کا تاج"

☆

ٹوٹے پڑے ہیں ساغر، مینا ہے پاس حیراں
گردِ پسر ہے بابر، پروانہ وار گرداں

لب پر دعا ہے" یا رب! اسکا مرض مجھے دے
اے زندگی کے مالک! تو زندگی اسے دے"

☆

گنگا کے تٹ پہ بیٹھے ہوئے ہیں مہا بلی
قشقہ جبیں پہ، کنٹھی گلے میں پڑی ہوئی

اک زمزمی میں ڈالتے جاتے ہیں گنگا جل
حاضر ہیں نورتن لیے ہاتھوں میں مورچھل

☆

دربارِ نورِ دیں میں ہے خود محتسب ضمیر
نورِ جہاں ہے عدل کی زنجیر میں اسیر

☆

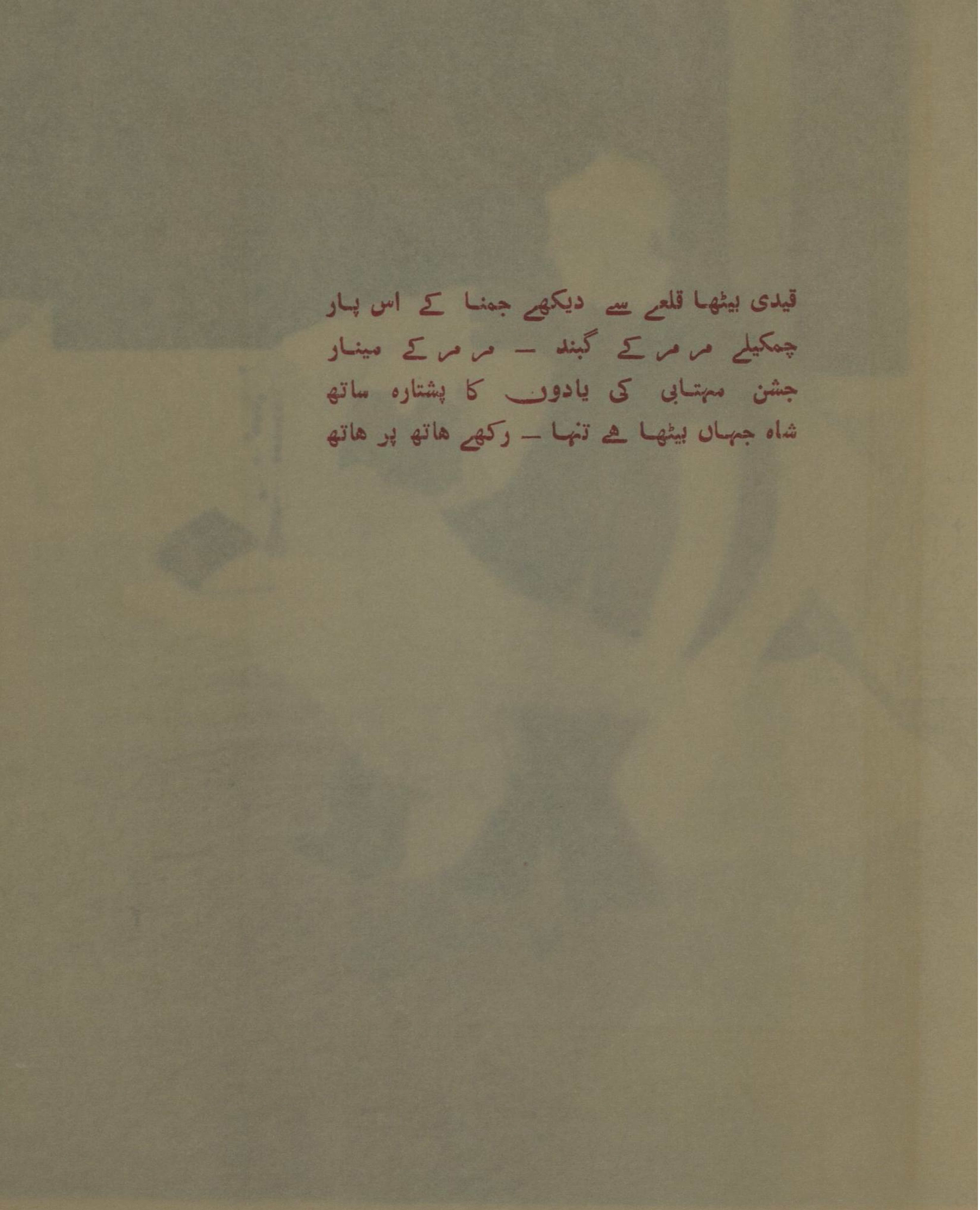
قیدی بیٹھا قلعے سے دیکھے جمنا کے اُس پار
چمکیلے مرمر کے گنبد ، مرمر کے مینار

جشنِ مہتابی کی یادوں کا پشتارہ ساتھ
شاہِ جہاں بیٹھا ہے تنہا ، رکھے ہاتھ پر ہاتھ

☆

خاندانِ مغلیہ کا آخری روشن چراغ
زیبِ تخت و تاج وہ درویش دل سلطاں دماغ

۳۲



قیدی بیٹھا قلعے سے دیکھے جمنا کے اس پار
چمکیلے مرمر کے گبند — مرمر کے مینار
جشن مہتابی کی یادوں کا پشتارہ ساتھ
شاہ جہاں بیٹھا ہے تنہا — رکھے ہاتھ پر ہاتھ



کر رہا ہے نقل مصحف صفحۂ قرطاس پر
ہیبتِ حق چھا رہی ہے پردۂ احساس پر

☆

جام و صراحی تیر رہے ہیں رنگیلے کی لَے میں
ڈوب رہی ہے دفترِ بے معنی کی کشتی مَے میں

گھر میں خدا کے بیٹھا ہے شمشیر کا بیٹا ایسے
کنڈلی سے اک افعی اٹھے ، پھن پھیلائے جیسے

اک فریادی بنا ہؤا ہے خود فریاد سراپا
گلے میں پٹکا ، آنکھ میں آنُسو ، ننگے پاؤں ، بوڑھا

”کسے نہ ماند کہ دیگر بہ تیغِ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی“

☆

ستم کے خنجر نے شہ کی آنکھوں سے نور سارا اچک لیا ہے
پرانی یادوں کے سائے نے بے بسی کے چہرے کو ڈھک لیا ہے

فصیل قلعے کی ''با ادب با ملاحظہ'' کی صدا کی حد ہے
شکستہ کشتی کا ایک تختہ کرامتِ نا خدا کی حد ہے

حریص آنکھیں مچل رہی ہیں، کچھ اجنبی ہاتھ بڑھ رہے ہیں
ابھرتے سورج کے سب پجاری، زبانِ افرنگ پڑھ رہے ہیں!

☆

نوّاب شہر شہر ہیں ، راجے نگر نگر
ٹوپی ادھر ہے تخت پر ، دستار ہے اُدھر
اڑ کر گئی ہیں بھارتی چادر کی دھجیاں
کچھ مرہٹہ کے ہاتھ میں، کچھ خالصہ کے سر!

☆

کشتی سے اترا اک ٹولا
پہنے بوٹ اور سوٹ اور سولا

اک رخ سے سارے سوداگر
دیگر رخ سے ھر اک قیصر

کاندھوں پر صندوق سنبھالے
جیبوں میں پستولیں ڈالے

آنکھوں کو جھپکاتے آئے
دل کی بات چھپاتے آئے

سازوں پر ھیں اور ھی راگ
جُھومے ، ناچے ، ھند کے ناگ

☆

تنـا نا نا دھم دھم ! تنـا نا نا دھم دھم !

ملک بادشاہ سلامت کا

حکم کمپنی بہـادر کا

تنـا نا نا دھم دھم ! تنـا نا نا دھم دھم !

☆

ھر اک سمندر کی تند لہروں پہ پھڑ پھڑاتا ھے ایک جھنڈا
کہ جس کے سائے میں کھا رھے ھیں جہازراں بیکن اور انڈا

اسے ھے اس سلطنت سے نسبت ، جسے کہیں روشنی کا سوتا
چمکتا رھتا ھے جس پہ سورج ، نہیں کبھی بھی غروب ھوتا

☆

چربی اور بندوق کے جھگڑے سے نکلی چنگاری
جس نے اٹھ کر نگر نگر میں کر دی شعلہ کاری

جھلس گئے کچھ گورے چہرے، کچھ دل ہوئے سیاہ
غداری کے کانٹے ہیں اور آزادی کی راہ
امر ہوئی اک رانی مر کے، گھر کر تلواروں میں
دلی والے دار پہ لٹکے دیکھے بازاروں میں
بیٹھا ہے دربار کے اندر ملزم شاہنشاہ
جرم شہی، افرنگی قاضی، ابن الوقت گواہ!

☆

ایک بڈھا* کہہ رہا ہے "اے مسلمانو پڑھو
عقل کے زینے سے تم بامِ ترقی پر چڑھو
ہو چکا جو ہو چکا، سوچو کہ کل لائیگا کیا
نام لو اللہ کا، آگے بڑھو! آگے بڑھو!"

☆

---

* سر سید احمد خاں

خلوص و شرافت کی خوشبو ہے ہر سو
مسدس کی لے نے جگایا ہے جادو

”خبر لو کہ کشتی بھنور میں پھنسی ہے
گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتی ہے

بہت سو چکے ، اب اٹھو ، سونے والو
سرہانے کھڑی بیکسی رو رہی ہے

تمھیں نسخۂ کیمیا اک ملا تھا
علاجِ غم دل وہی ہے ، وہی ہے

جہالت کو چھوڑو ، کرو علم حاصل
جہاں میں یہی ضامنِ برتری ہے

تمھیں علم و حکمت صلا دے رہے ہیں
جو یہ پاس ہوں ، زندگی زندگی ہے

کریں فکر غنچوں کی گلشن کے مالی
زمانے کی آواز ، آوازِ حالی ! ''

☆

ہندو، مسلم ، سکھ ، عیسائی ــ ہندی ہیں سب بھائی بھائی

انقلاب زندہ باد !
کالا بل مردہ باد !

☆

سَن سَن سَن سَن برس رہی ہے رشّا شہ* سے گولی
کائر ڈائر کھیل رہا ہے ہندی خوں سے ہولی
بے بس شہری جان بچا کر گرتے پڑتے بھاگے
کچھ لیٹے تو ایسے سوئے ، پھر نہ کبھی وہ جاگے

---

* مشین گن

☆

(اکبر کی آواز)

محفل میں آہ آہ بھی ہے ، واہ واہ بھی
بکھرے ہیں پھول ہر طرف ، نشتر بھی ساتھ ہیں

"جمّن میاں نہاتے تھے حمام میں کبھی
اب ٹب ہے* اور سوپ ہے** اورھاٹ*** باتھ ہیں
مرزا بچھے ہی جاتے ہیں میبل** کے سامنے
شوہر نہیں ہیں گویا وہ ٹیبل*** کلاتھ ہیں
گُھمن کے ھاتھ پنکھے کی ڈوری برونِ در
دفتر میں ھیڈ کلرک شری وشواناتھ ہیں
مغرب سے آفتاب اُبھر آیا علم کا
الحاد کی گھٹائیں مگر ساتھ ساتھ ہیں"

Hot bath *** Soap ** Tub *
Table cloth ***** Mabel ****

☆

*پر جوش مسلموں کے کچھ قافلے رواں ھیں
بوڑھے ھیں چند ان میں، کچھ ان میں نوجواں ھیں

گھر بار اونے پونے، اوروں کو دے چلے ھیں
ایمان کا اثاثہ ھمراہ لے چلے ھیں

تکبیر ھے زباں پر، دل میں غمِ خلافت
پیشِ نظر ھے اپنے پیارے نبی کی سنت

☆

**رشی نے برت رکھا ھے کہ اپنی بات منوائے
ھری جن کو وہ اپنائے، برھمن رمز پا جائے

---

* تحریک ھجرت کی طرف اشارہ ھے

** گاندی جی

" میں چپ سادھوں تو کہتی ہے یہ آوازِ دروں میری
اہنسا تیری شکتی ہے، وطن سے کہہ نہ گھبرائے

ہے تیرا دھرم ستیہ گرہ، یہی ہتھیار ہے تیرا
تو پرچارک اسی کا ہو کہ منزل تک یہ پہنچائے

اٹھا مت ہاتھ، طاقتور، اگر تیرے مقابل ہے
کہیں تُو اور تیری آتما، رَن میں نہ پِس جائے

دلِ دشمن میں احساس آدمیت کا جگا دے تُو
زبردستی سے یُدھ ٹھہرے" زبردستوں پہ پیار آئے

تو سیوک ہے غریبوں کا، تجھے کھدر کی دھوتی بس
غذا تیری ہو پھل اور دودھ بکری سے جو تُو پائے

کچل دیتی ہیں افرنگی مشینیں، آدمی کا دل
ترے ہاتھوں چلے چرخا کہ بےکاروں کو شرمائے

ہے بھارت ورش گئو ماتا ، نہ اس کے ٹکڑے ہونے دے
پڑے گو جان جو کھوں میں ، وطن میں رام راج آئے ''

☆

کھدّر کی دو پلی ٹوپی
سر چڑھ کر جلسوں میں ابھری

پنڈت آئے ، لالے آئے
کچھ عماموں والے آئے

نعرے ہیں اور جے کارے ہیں
تقریروں کے انگارے ہیں

" پرشو ! بچو ! ماؤ ! بہنو !
ریشم چھوڑو ، کھادی پہنو

مال بدیشی لاؤ لاؤ
کر کے ڈھیری آگ لگاؤ
کیسے یہ جلتا ہے ، دیکھو
ٹھٹھرے دل اور آنکھیں سینکو''

(حکیم الامت کی آواز !)

''ھوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جسکو حق نے دیے ھیں اندازِ خسروانہ''
کلیم طُورِ خودی پہ آیا ، کیے ہے جبریل سر پہ سایا
نیا ہے آھنگ ، لَے نئی ہے ، نئی نواھائے عاشقانہ

'' تاثیرِ غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لے !
شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سُبو ہو
شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری مے !

ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم و کَے

ہر لحظہ نیا طُور ، نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طَے!''

☆

مزا اب ہے ترکِ موالات میں
کہ لیڈر سبھا ہے حوالات میں

عدالت کی ہے مختصر روئداد
خموشی جوابِ سوالات میں

☆

گاندھی جی کی بولو جے
افرنگی کی ہوگی کَھے!

ستیہ گرہ سے لو سوراج
اپنا دیش اور اپنا راج !

☆

شعلے لپک رہیں ہیں تھانوں سے ، دفتروں سے
آہیں سی اٹھ رہی ہیں ، گوروں کی محفلوں سے
ریلیں رکی کھڑی ہیں ، بیکار سیٹیاں ہیں
پٹڑی اٹی ہوئی ہے ، جنتا کی گردنوں سے
"* ہندوستان چھوڑو ! ہندوستان چھوڑو !"
الجھی ہے لال پگڑی ، بازار میں جتھوں سے

☆

** راست رو ، راست باز ، دور اندیش
وہ سیاست کا با صفا درویش

---

* Quit India Movement
** قائدِ اعظم مرحوم و مغفور

سرو قد ، خوش لباس ، خوش گفتار
تن کا نازک ہے ، عزم کا کُہسار

اس کے لفظوں میں ہے عجب تاثیر
گونجتی ہے فضا میں یہ للکار

” صدیوں سے تیرے سر پہ غلامی کا بار ہے
اس بارِ جانگداز کو سر سے آتار ، اٹھ !

کم ظرف ہیں یہ حبِّ وطن کے اجارہ دار
خود اپنی رہ تراش ! حقیقت شعار اٹھ !

تاریک صبحِ زندگی اب ہند میں ہوئی
دن کو آجال دے ، مرے شمس النہار اٹھ !

ہے بے قرار گلشنِ اسلام کی زمیں
رت پھر بہار کی ہے ، نسیمِ بہار اٹھ

گھبرا نہ گرچہ تجھ پہ ہیں دو طرفہ یورشیں
پاؤں جما کے ، صورت سنگیں حصار اٹھ !

خالی ہے تیرے واسطے تاریخ کا ورق
ملّت کے خود شناس مقدر نگار اٹھ !


ایمان و اتحاد ہوں تنظیم کے رفیق
سر سے کفن لپیٹ کے مردانہ وار اٹھ ! "

☆

بندے ماترم !
دریا دریا خون بہیگا
بھارت ورش اکھنڈ رہیگا
بندے ماترم !

☆

ایک بنیا گا رہا ہے گیت ہندی ساز پر
مست ہے وہ آپ اپنے گیت کے انداز پر



ایک بنیا گا رہا ہے گیت ہندی ساز پر
مست ہے وہ آپ اپنے گیت کے انداز پر



”ہم تم بھارت باسی سارے ، آ جا میرے پریم دوارے
جو کچھ تیرا سوسب میرا ، تجھ کو کیسی چنتا پیارے؟

کھیتی تیری ، حاصل میرا ، قرضہ تیرا ، لیکھا میرا
جی کا لاگو یہ الجھیڑا ، میرا جیون تیرے سہارے

رَن میں تو ہی آگے ہو گا ، تو دشمن کا سر کاٹے گا
نت نت ہو سرداری تیری ، ہر دم تیرا داس پکارے

آ جا پریم کتھائیں رٹ کر ، لیکن بیٹھ ذرا تو ہٹ کر
جاتی بندھن سخت کڑے ہیں ، تجھ کو کافی چند اشارے

میرا مندر اور رسوئی ، ان میں آئے اور نہ کوئی
تجھ سے رشتے ناطے ہوتے ، ایسے کب تھے بھاگ ہمارے

نفرت تجھ سے؟ توبہ توبہ! یہ کیا تیرے دل میں آیا ؟
دیش اپنے کی ریت یہی ہے ، سُن لے میرے سُرجن تارے

منہ سے کہہ لوں سو مجبوری، پرمن کی کب تجھ سے دوری؟
من کی دنیا سب سے نیاری ، من ساگر میں کہاں کنارے

مشکل تجھ سے گھل مل جانا ، لیکن اس سے مت گھبرانا
اپنا ہے بس ایک گھرانہ، بھارت ورش اکھنڈ ہے پیارے

بانٹے گا تو جدی ورثہ ؟ چھوڑے گا عزت کا حصہ ؟
کہہ مت غیروں سے یہ قصۂ، مر جاؤں میں لجیا مارے

یہ جگ مایا روپی کیا ہے؟ کچھ اس میں ہے تو سیوا ہے ۵۰
وشوا بھگتی کر لے مورکھ ، کیوں سویا ہے پاؤں پسارے

☆

اللہ اکبر !
بٹ کے رہیگا ہندوستان
لے کے رہینگے پاکستان
قائدِ اعظم زندہ باد !

پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ
پاکستان زندہ باد !
اللہ اکبر !

☆

یکایک مسافر نے پھر آنکھ کھولی
تھی معمور خوابوں کی خوشبو سے جھولی

زمیں پر بہشتِ بریں کا گماں تھا
دلِ ناتواں ولولوں کا جہاں تھا

تصوّر نے اس کو دکھایا وہ منظر
رضا کار جب بن کے خود اس کا اصغر

بڑھا جا رہا تھا لیے سبز پرچم
عجب اس کے تیور عجب اس کے دم خم

جوانوں کی تکبیر کانوں میں گونجی
تمنا کی لَو ہو گئی اور اونچی
نہ تشویش کوئی نہ اب کوئی مشکل
کمر باندھ لی، چل پڑا سوئے منزل

☆

بپا شور تھا مینڈکوں، جھینگروں کا
یہی ایک ساتھی تھا تنہائیوں کا
کٹی رات آنکھوں ہی میں چلتے چلتے
قریب آیا اک جھنڈ کے دن نکلتے
تھے پُروا کے جھونکے مُدھر ٹھنڈے ٹھنڈے
نظر کی حدوں تک تھے سبزے کے جھنڈے
دھلی جھاڑیوں پر نکھار آ گیا تھا
درختوں پہ رنگِ بہار آ گیا تھا

جو کوئل کسی آم پر کُوک اٹھتی
تو راھی کے من میں بھی اک ھوک اٹھتی

ھوئی کائیں کائیں ، اڑا ایک کـــوّا
وہ سہما سا تھا جیسے دیکھا ھو ھوّا

اٹھائی نظــر تو فضـــا میں تـــرازو
تھے اک بھورے بھورے پرندے کے بازو

ق جـــو لمبی سی گنجی سی گـــردن اٹھائے
تلا تھا کـــہ منقـــار و چنگ آزمـــائے

بڑھا جھنڈ تک ، دل پہ دھشت سی چھائی
نسیمِ سحـــر بوئے وحشت سی لائی

تب آنکھوں نے دیکھا وہ خونی نظـــارہ
ھوئے جس سے قلب و جگـــر پارہ پارہ

ہری گھاس پر لاشے بکھرے پڑے تھے
کہ جیسے درختوں سے پتے جھڑے تھے!
کہیں تھا اندھیرا، کہیں تھا اجالا
ادھر ٹوٹی لاٹھی، اُدھر ٹوٹا بھالا
ہوا ایک گوشہ سے ناگاہ کھٹکا
دیا جس نے ذہنِ مسافر کو جھٹکا
نگہ کی ادھر، آنکھ مل مل کے دیکھا
کوئی خواب تھا یا فریبِ نظر تھا
جو دیکھا، حقیقت ہے، یہ کون مانے؟
خدا حکمتیں اپنی خود آپ جانے

☆

پڑی تھی کٹی گھاس پر ایک عورت
قریب اس کے بیٹھی تھی اک نیک عورت

لیے اپنی آغوش میں ایک بچہ
پلاتی تھی بیٹھی ہوئی دودھ اپنا

مسافر کو دیکھا تو جھٹ بول اٹھی
"ہوئی خاص کرپا یہ واہے گرو کی

کہ تم اس سمے آ گئے چل کے بابا
یہ بالک جئے گا! یہ بالک جئے گا!

نہائی ہوئی خوں میں ہے لوتھ جس کی
یہی ہے ابھاگن جو ماتا تھی اس کی

یہ میری سکھی تھی، مری نین تارا
جسے پاپیوں نے یہاں لا کے مارا

یہ بالی سی تھی جب مرے سنگ کھیلی
تھی آشا، رہے گی یہ جیون سہیلی

جو باندھا تھا بچپن میں بندھن ، نہ ٹوٹا
کہ بیاھی گئیں ، ساتھ پھر بھی نہ چھوٹا

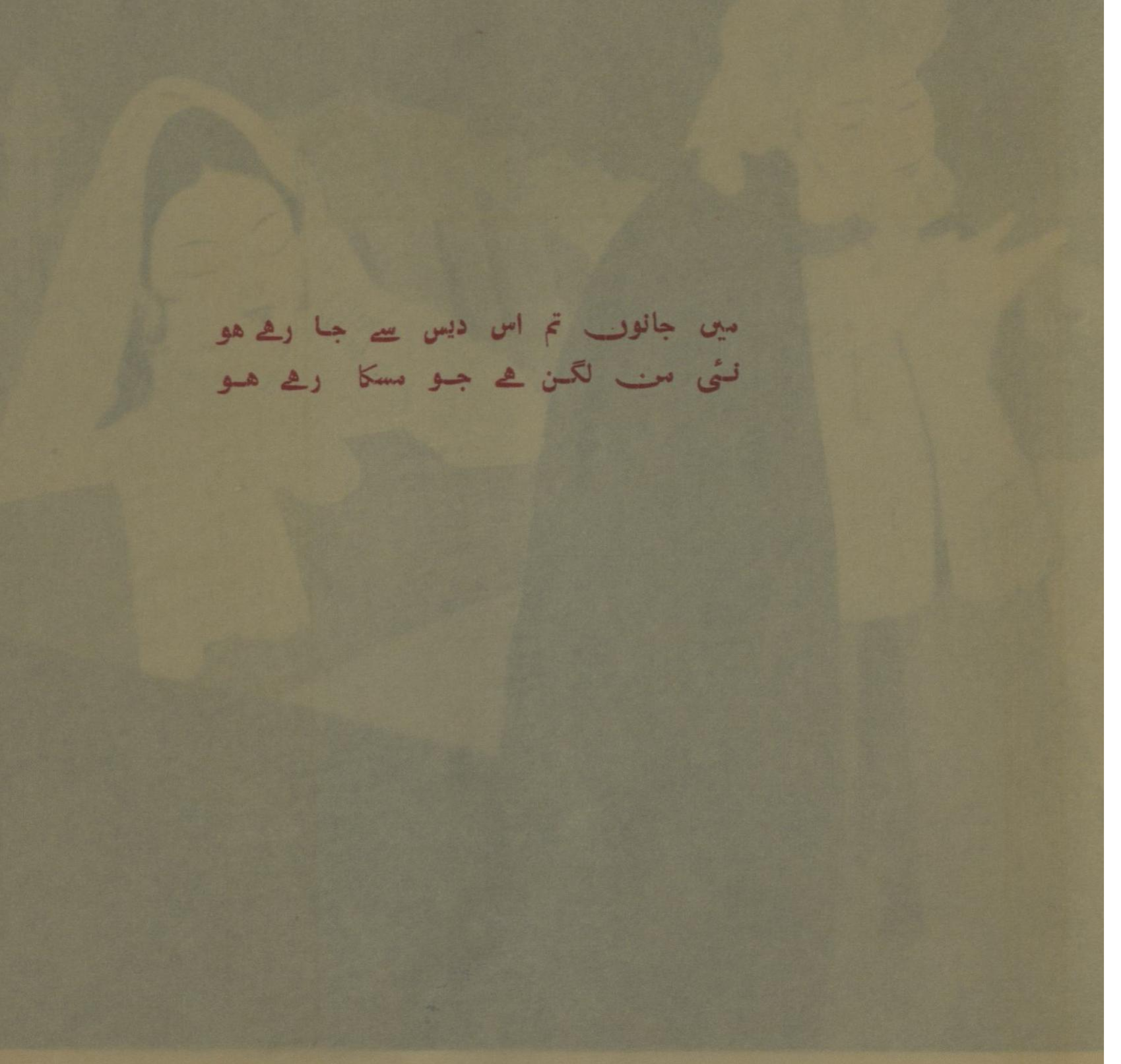
مسلماں تھی یہ ، خالصوں کی میں جائی
سدا پریت کی ریت ہم نے نبھائی

مگر اب یہ پر لوک کو جا چکی ہے
یہ بالک ھی اس کی نشانی بچی ہے

رھا ماں کی گودی میں یہ بھولا بھالا
ہوا اس کا لیکن نہ اک بال بیکا

میں پہنچی تو بالک یہاں رو رھا تھا
یہ اوروں کے پاپ اس طرح دھو رھا تھا

میں سمجھی ، یہ کہتا ہے "میں بے زباں ہوں"
دیا دودھ اس کو کہ میں بھی تو ماں ہوں!



میں جانوں تم اس دیس سے جا رہے ہو
نئی من لگن ہے جو مسکا رہے ہو



یہ سب کچھ تجھے اس لیے کہہ سنایا
کہ چہرے پہ تیرے ہے نیکی کا سایہ

میں جانوں تم اس دیس سے جا رہے ہو
نئی من لگن ہے جو مسکا رہے ہو !

اسے ساتھ لو تم ، کرو مہربانی
ہے ریکھا میں اس کی نیا دانہ پانی ! "

☆

مسافر نے الفت کی تصویر دیکھی
کسی اور دنیا کی تنویر دیکھی !

سُنی گوشِ دل سے یہ سادہ کہانی
کہا " تو وفا کے نگر کی ہے رانی


تو عورت نہیں ہے ، فرشتہ ہے کوئی!
ترا رحمتِ حق سے رشتہ ہے کوئی !

جہاں میں ہیں جب تک ترے جیسے انساں
رہے گا خدائے تعالیٰ پہ ایماں !

دعا ہے خدا تجھ کو آباد رکھے
جہاں تو رہے ، تجھ کو وہ شاد رکھے
یہ بچہ رہے گا ، مرے دم کا ساتھی
مری ہر خوشی کا ، مرے غم کا ساتھی
ملی ہے یہ مجھ کو خدا کی امانت
نہ ہوگی امانت میں مجھ سے خیانت !"

☆

تب آہستہ بچے کو اس نے اٹھایا
کیا پیار ، سینے سے اس کو لگایا
کہا پھر پلٹ کر یہ با چشمِ پُرنم
"سلام اے محبت کی دیوی ! چلے ہم"



یہ بچہ رہے گا، مرے دم کا ساتھی
مری ہر خوشی کا، مرے غم کا ساتھی
ملی ہے یہ مجھ کو خدا کی امانت
نہ ہو گی امانت میں مجھ سے خیانت

جہاں میں ہیں جب تک ترے جیسے انساں
رہے گا خدائے تعالیٰ پہ ایماں !
[illegible] خدا تجھ کو آباد رکھے
[illegible] تجھے [illegible] شاد رکھے

یہ بچہ رہے گا، مرے دم کا ساتھی
مری ہر خوشی کا، مرے غم کا ساتھی
ملی ہے یہ مجھ کو خدا کی امانت
نہ ہوگی امانت میں مجھ سے خیانت !"

☆

تب آہستہ بچے کو اس نے اٹھایا
کیا پیار، سینے سے اس کو لگایا
کہا پھر پلٹ کر یہ باچشمِ پُرنم
"سلام اے محبت کی دیوی ! چلے ہم"



☆

قدم جو بھی اٹھا وہ منزل نما تھا
مسافر کے قلب و نظر میں خدا تھا

نئی تھیں امنگیں ، نئے ولولے تھے
نیا تھا افق اور نئے مرحلے تھے

چمک اٹھے بڈھے کی آنکھوں میں آنسُو
کہ جیسے ہوں ساون کی راتوں میں جگنو

ہمکتی ہوئی زندگی دوش پر تھی
تمنا کی جوئے رواں جوش پر تھی

” یہ ننھا بڑا ہوگا، پھولے پھلیگا
یہ ملک اور ملت کی دولت بنیگا

اجالا کرے گا سوادِ وطن میں
بسائیگا روحِ بہاراں چمن میں

جواں ہونگی اس میں مری آرزوئیں
فضاؤں کو شرمائینگی جستجوئیں ! "

کچھ ایسے خیالوں میں غلطاں و پیچاں
لیے عزمِ کہسار و ذہنِ بہاراں
چلا جا رہا تھا وہ پیرِ جواں دل
نہ کچھ خوفِ طوفاں، نہ تشویشِ ساحل
یہ خطِّ افق کا تھا پیہم اشارہ
چلے آؤ، مل جائے گا خود کنارہ !

☆

سبک تھا قدم اور سفر مست راہی
سمٹتی گئی فاصلوں کی سیاہی
وہ آباد جگہوں سے کترا کے گذرا
ہری کھیتیوں سے اُدھر جا کے گذرا

هوئی موجِ رحمت میں پیدا روانی
کہ اک رجبہے میں ملا ٹھنڈا پانی

پیا خود بھی، بچے کو بھی کچھ پلایا
سرِ شکر دربارِ حق میں جھکایا

ہوا تازہ دم، ہاتھ منہ پیر دھو کر
وہ پھر چل پڑا، دل میں ٹھنڈک سمو کر

☆

تسابق کا قدموں میں جذبہ بھرا تھا
ابھی ایک آگے ابھی دوسرا تھا

پسینہ پسینہ تھا گرمی سے راہی
مگر محوِ منزل تھی عالی نگاہی

وہ آزاد تھا فکرِ سود و زیاں سے
تھا وارستہ بندِ زمان و مکاں سے

رواں تھا وہ ذوقِ یقیں کے سہارے
رُکا آخرش ایک دریا کنارے

قیامت کی تندی ، غضب کی روانی
ڈراتا تھا گرداب بن بن کے پانی

بپھرتی ، بھڑکتی ، اچھلتی تھیں لہریں
جو کچھ رہ میں آئے ، نگلتی تھیں لہریں

☆

جو دائیں نظر کی ، مسافر نے دیکھا
ذرا ھٹ کے اک پُل ھے ، پل پر ھے پہرا

چمکتی دمکتی سی سنگین ابھری
گھنی پیچواں تھی سپاھی کی پگڑی

اُدھر سے جو خطرے نے یوں سر اٹھایا
مسافر نے نظروں کو بائیں گھمایا

بندھی پائی ساحل پہ کھونٹے سے کشتی
محافظ نہ ملاح تھا پاس کوئی

بڑھا اور بچے کو اس میں لٹایا
تھپک کر اسے دھیرے دھیرے سُلایا

اٹھا اور کشتی کو کھونٹے سے کھولا
چلی ناؤ، لہروں پہ کھا کر جھکولا

اچھل کر چڑھا اور چپو سنبھالے
خدایا ترا بندہ تیرے حوالے!

بڑا زور مارا کہ سیدھی ہو ناؤ
چلی وہ اُدھر کو، جدھر تھا بہاؤ

☆

ہوا اک دھماکا، چلی سن سے گولی
گرجنے لگی پہریداروں کی بولی

مگر ہو چکا تھا وہ اب زد سے باہر
مسافر تھا نفرت کی سرحد سے باہر


وہ جھک کر چلاتا رہا چپوؤں کو
برابر جھلاتا رہا بازوؤں کو

ہوئے لمبے سائے کہ دن ڈھل چکا تھا
مگر وہ نہ دم بھر کو ابتک رکا تھا

مڑی آخرِ کار مغرب کو نیّا
خوشی سے نہ پھولا سمایا کھویّا

لگی ہولے ہولے وہ آ کر کنارے
جنوں کی ہوئی فتح ، طوفان ہارے !

وہ اترا ، لیا کھونٹا ، گاڑا ، گرہ دی
ذرا کھینچ کے کر لی خشکی پہ کشتی



لگی ھولے ھولے وہ آ کر کنارے
جنوں کی ھوئی فتح طوفان ھارے

مگر ہو چکا تھا وہ اب زد سے باہر
مسافر تھا نفرت کی سرحد سے باہر
وہ جھک کر چلاتا رہا چپوؤں کو
برابر جھلاتا رہا بازوؤں کو

ہوئے لمبے سائے کہ دن ڈھل چکا تھا
مگر وہ نہ دم بھر کو اب تک رکا تھا

مڑی آخر کار مغرب کو ندیا
ہوئی پھر نہ بھولا ملایا کھویا

لگی ہولے ہولے وہ آ کر کنارے
چمکی لی خوشی صبح ، طوفان ہارے !

وہ گھبرایا ، نہ کھویا ، گرا ، گرہ دی
ذرا کھینچ کے کر لی خشکی پہ کشتی



مگن ہو کے ناؤ میں سویا تھا ننھا
کسی اور دنیا میں کھویا تھا ننھا

مسافر ہؤا وقفِ سجدہ زمیں پر
خنک خاکِ منزل تھی جلتی جبیں پر

فلک سے ملا پھر یہ روشن اشارہ
افق پر نظر آیا چاند اور ستارہ

تھکن سے سکت رہ گئی تھی نہ تن میں
بڑی تیز ٹیسیں تھیں سارے بدن میں

لیا اس نے فرشِ زمیں پر سنبھالا
اندھیرا تھا آنکھوں میں ، دل میں اجالا

صدا خیر مقدم کی کانوں میں گونجی
زمیں سے اٹھی ، آسمانوں میں گونجی

کئی جیش جیسے چلے آ رہے تھے
خوشی کے ترانے سبھی گا رہے تھے

پیام آشنا کو ملا آشنا سے
صدا آ رہی تھی یہ ارض و سما سے

☆

ترانۂ غیب

شہیدِ محبت کا حق سر فرازی
جو ہارا ، وہ جیتا ،دل و جاں کی بازی

لہو ابنِ آدم کا اس کی بنا ہے
کہ آساں نہیں کارِ انسان سازی

بہر رنگ فطرت پرکھتی ہے ہمت
کبھی دلنوازی ، کبھی بے نیازی

چمن حسرتوں کا ہے دنیائے امکاں
یہ کوتاہ دستی، یہ دامن درازی!

نظر ہو خلیلی تو آتش گلستاں
کلیمی میں مضمر ہے خارا گدازی

بسائیں گے بستی نئی حق کے بندے
دلوں کے حجازی، مہموں کے غازی

اخوت کے بانی، صداقت کے پیکر
تفکّر کے رُومی، تجسّس کے رازی

مبارک سفر تیرا حق کے مسافر
پرے چرخ سے ہے تری ترکتازی

" ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں! "

۱۹ جون ۱۹۶۲ء

☆ ☆ ☆

سول سروس اکادمی کے نوجوانوں کے نام

اب اُس مقام پہ آیا ہے کارواں اپنا
جہاں پہ ہوتا ہے ہر لحظہ امتحاں اپنا

نگاہیں تاک میں ہیں دشمنوں کی ، غیروں کی
چھٹا ہے ہم سے جو سالارِ* راہ داں اپنا

قدم قدم پہ کمیں میں ہیں رہزن و سارق
رہے محافظِ ایماں ہر اک جواں اپنا

متاعِ زیست یہی ہے حرم کے راہی کی
یہی وہ شاخ ہے جس پر ہے آشیاں اپنا

---

* قائدِ اعظم کی وفات کی طرف اشارہ ہے ۔

جو اپنے سینے میں رکھیں ہم اس امانت کو
خدا کا وعدہ ہے، ہوگا وہ پاسباں اپنا

خلوص و محنت و ہمت کو ہم جو اپنائیں
زمیں ہو اپنی، فضا اپنی، آسماں اپنا

جہاں کی تیرہ شبی کا علاج ہے مسلم
مہ و ستارہ بہم رکھتا ہے نشاں اپنا

لاہور
۸ دسمبر : ۱۹۴۸ء

پیارا پاکستان

دنیا میں ہے ہم کو سب سے پیارا پاکستان
اس کی خدمت دل کی راحت اس کی حب ایمان
پیارا پاکستان !

ہم نے اپنے خوں سے سینچے اس کے باغ و راغ
اس کے میدانوں میں پلتے ہیں اپنے ارمان
پیارا پاکستان !

اک مومن کا خوابِ دل کش، اک مومن کا کام
کس کو دیکھا ہے دنیا نے ، یوں چڑھتے پروان
پیارا پاکستان !

آندھی آئی ، بادل گرجے ، اٹھے سو طوفان
لیکن عزمِ ملت تھا جوں اک مضبوط چٹان
پیارا پاکستان !

ہم ہیں سارے پاکستانی ، ایک ہے اپنی بات
بنگالی ، پنجابی ، سندھی ، کشمیری ، افغـــان
پیارا پاکستان !

حق کے حامی ،شر کے دشمن ،ہم کو کس سے بیر
پر جو ہم سے یونہی الجھے، اس کی خیر نہ جان
پیارا پاکستان !

اس کی حد سے رکھیں گے ہم ہر دشمن کو دُور
کر دینگے ہم اس پر اپنا تن من دھن قربان
پیارا پاکستان !

چاند ستارے والے جھنڈے کی رکھیں گے لاج
مِل جُل کر ہم کر لیں گے ہر مشکل کو آسان
پیارا پاکستان !

لاہور

۱۳ فروری : ۱۹۴۹ء

اے مرے وطن

اے مرے وطن تجھے سلام
پاک تو ہے ، پاک تیرا نام
ہے نرالی سب سے تیری شان
میرے پاکستان !
تو بلند عزم کا پیام !

قوم ، نسل ، رنگ کا خیال
سر زمینِ پاک میں محال
مشرقی و مغربی
دونوں میرے دیس کے نام
شاد باد جنتِ عوام !

چاند اور ستارے کا نشان

دیکھ کر ہیں ہمتیں جوان

جان جائے پر نہ جائے آن

ہے اپنا ایمان

راستی کے ہم ہیں پاسبان !

لاہور

۲۳ جولائی : ۱۹۵۵ء

کراچی

ٹھنڈی ٹھنڈی تھی ہوا اور چاند رقصاں موج پر
شور لہروں کا کلفٹن کے کنارے اوج پر

شب کی تنہائی تھی، میں تھا ، دل میں تھی اک انجمن
لب خموش اور جاں کی گہرائی میں طوفانِ سخن

نور کے نقطے تھے اطرافِ کراچی کے چراغ
دے رہے تھے لو انھیں شاید مرے سینے کے داغ

ایک ٹیلے پر نمایاں تھی مگر اک روشنی
کہہ رہی تھی جو زبانِ حال سے کچھ گفتنی

گزرے ہنگاموں کو یادوں نے جگایا خواب سے
سمتِ ماضی میں نے جھانکا وقت کی محراب سے

اس نگر ہی سے چلا تھا قافلہ امید کا
اس افق سے ہم نے پایا تھا اشارہ، عید کا

چاند تارے کا نشان اونچا ہؤا پہلے یہاں
اس فضا میں اول آزادی نے پائی تھی زباں

اس نے پہلے دی گواہی، حق کے دیوانوں کا خواب
ہو کے سچا ہی رہے گا، انقلاب اے انقلاب!

اس کو نسبت اس سے ہے جس سے محبت ہے ہمیں
آج بھی جس کی ہدایت کی ضرورت ہے ہمیں

اس زمیں سے جھک کے ملتا گنبدِ افلاک ہے
دفن اس میں قائدِ اعظم کی خاکِ پاک ہے!

☆

"قائدِ اعظم! تجھے ہم یاد کرتے ہیں بہت
مشکلیں جب آ پڑیں، فریاد کرتے ہیں بہت!

عمر بھر دیتا رہا تو ہم کو درسِ اتفاق
ہر طرف ہے اب ظہورِ خواجۂ اہلِ فراق !

جن سے امیدیں تھیں ، اک دن توڑ دیں گے زعمِ دیر
اب مناتے پھرتے ہیں ہم ان کے ایمانوں کی خیر

مطلعِ اعزاز پر جو انجمِ تابندہ ہیں
ان کے باعث آج کل غیروں سے ہم شرمندہ ہیں

وادیٔ کشمیر کے چشمے تڑپتے رہ گئے
دوستوں کی دوست داری ہم پرکھتے رہ گئے !

کچھ مہاجر آج تک بھی خانماں بردوش ہیں
لیڈروں کے نعرے سنتے ہیں مگر خاموش ہیں

تارکانِ ملک اپنی جائدادیں دے گئے
اور اپنے ساتھ ایمانِ مسلماں لے گئے !

دفتروں میں رشوتوں کی داستانیں ہیں عجیب
تان لیں اپنوں نے ہم پر جو سنانیں، ہیں عجیب!
دن بدن بڑھتا گیا سرمایۂ سرمایہ دار
چشمِ ناداری ہے تصویرِ مزارِ انتظار!
تنگ نظری، تنگ ظرفی، بے اصولی عام ہیں
بے حسی ہے، یاس ہے اور کچھ غمِ بے نام ہیں!
باغبانوں نے کیا تاراج خود اپنا چمن
ہوگئے ہم "ننگِ انساں، ننگِ دیں، ننگِ وطن!"
ناتواں ہیں، بے اثر ہیں، صاحبِ جوہر نہیں
اب کہاں جائیں کہ تیرا ہاتھ بھی سر پر نہیں؟"

☆

قوم کے بانی سے تھا میں دل ہی دل میں ہم کلام
بحر کی بے تاب لہروں نے سنا میرا پیام

میں نے دیکھا ، چاند جیسے مسکرانے لگ گیا
ذرہ ذرہ ریت کا کچھ گنگنانے لگ گیا

پردۂ اسرار سے چھن کر ندا آنے لگی
گوشِ دل میں دھیمی سی صدا آنے لگی

" شاعر افلاک رس ! تو کس جہاں میں کھو گیا ؟
بھول کر لاتقنطو بس یاس ہی کا ہو گیا !

یہ جہاں فانی ہے لیکن قوتِ کردار سے
رنگ بھرنا اس میں ممکن ہے ، ابد کا ، پیار سے

نام رکھ لینے سے پاکستان بن سکتا نہیں
بے عمل اوراد سے ایمان بن سکتا نہیں

خام سر تا سر تمھاری سوچ کا انداز تھا
انتہا تم جس کو سمجھے ، نقطۂ آغاز تھا

کم نہیں اوروں سے دنیا میں تمھارا اپنا دیس
مانگ کر غیروں سے ، لگنے نہ دو خود داری کو ٹھیس

کام کرنے کا کرو ، باندھو نہ تمہیدیں بہت
لگ رہی ہیں تم سے اہلِ دل کی امیدیں بہت

لاج رکھنا سیکھ لو تم پھر سے اپنے قول کی
ہے شکایت ناروا ناسازیٔ ماحول کی

صدق ، اخلاص و اخوّت ، اتفاق و نظم و ضبط
تم رہو گے کامراں ، رکھو گے جب تک ان سے ربط

عزم کو پختہ کرو ، کھاؤ نہ قسمیں جُھوٹ موٹ
زہرِ قاتل ہے تمہارے واسطے آپس کی پُھوٹ

رہنماؤں کی غلط کاری سے تم بددل نہ ہو
وہ نہیں ہے زندگی جس میں کوئی مشکل نہ ہو


دوسروں کی نکتہ چینی سے کرے ہر اک حذر
اپنی اپنی خامیوں پر سب رکھیں گہری نظر

یوں جیو، ہر رکنِ ملت اک مثالی فرد ہو
اس کے دل میں قوم کا اور کل جہاں کا درد ہو

لے کے ربطِ ملت بیضا سے آئینِ جلال
گلشنِ دنیا کو دو تزئین و تمکینِ جمال

میں نے سونپی تھی امانت یہ تمھیں اسلام کی
اب خدارا شرم رکھو تم خدا کے نام کی!''

ڈھاکہ
۲۵ مئی : ۱۹۵۸ء


سفر
ایس اے رحمان